حافظ کی شاعری
اسلامی نقطۂ نظر سے
(۲)

ڈاکٹر کبیر احمد جائسی علیگ

آٹھویں نکتہ میں احمد کسروی نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ حافظ کے بیشتر اشعار کا موضوع صوفیوں اور خراباتیوں کی یہی کشمکش و کشاکش ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حافظ ریاکار صوفیوں اور زاہدوں سے مصروف پیکار رہے ہیں، کسروی کے نزدیک وہ لوگ غلطی پر ہیں کیوں کہ ان لوگوں کو اس کشاکش کا علم ہی نہیں ہے جو صوفیا اور خراباتیوں کے درمیان برپا تھی یوں تو احمد کسروی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حافظ کے یہاں کہیں کہیں ریاکار صوفیوں کی تنبیہ بھی دکھائی دیتی ہے مگر ان کے کلام کا بیشتر حصہ جبریت، مستی و رندی، سادہ رُویوں سے عشق اور بے ناموسی کے موضوعات پر مشتمل ہے اور وہ اِسی کی تعلیم دیتے ہیں ان کی یہ تعلیم ریاکار صوفیوں کی پیروی کرنے سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ احمد کسروی کے نزدیک حافظ کہیں کہیں خدا سے بھی گستاخی کر جاتے ہیں جو بدترین گناہ ہے۔ اِسی سلسلۂ سخن میں احمد کسروی نے اپنی قوم کی اس عادت پر اظہارِ تاسف کیا ہے کہ جب وہ کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو جامع کمالات اور ہر فن مولا بنا کر پیش کرتے ہیں اور اگر کسی کی مخالفت کرتے ہیں تو دنیا کی کوئی بدی ایسی نہیں ہوتی جو اُس سے منسوب نہ کرتے ہوں۔ ایرانی قوم نے حافظ کی توصیف میں اِسی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اس سلسلے میں مثال کے طور پر حافظ کا درج ذیل شعر لکھتے ہیں:

دوش دیدم کہ ملایک در میخانہ زدند خاکِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

پھر اس شعر پر تبصرہ کرتے ہوے بتلاتے ہیں کہ یہ وہی خیال ہے جس کو خراباتیوں کا گروہ بار بار دھراتا رہا ہے وہ بھی کہتا رہا ہے کہ جس وقت آدم کا پتلا بنانے کے لیے مٹی گوندھی گئی تو اُس میں تھوڑی سی شراب ملا دی گئی یہی وجہ ہے کہ ہم آدم کی اولادوں کے دلوں میں شراب کی محبت موجزن ہے۔ حافظ بھی اِسی مضمون کو دھرانا چاہتے ہیں۔ کسروی کو اس شعر کی ساخت اور انتخاب الفاظ پر بھی اعتراض ہے خاص طور سے "بہ پیمانہ زدند" کے الفاظ پر۔ کیونکہ پیمانہ ظرفِ شراب ہے، شراب نہیں اس لیے ان کے نزدیک یہ کہنا کہ "خاک آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند" بے معنی ہے اِسی طرح کی چند مزید مثالیں پیش کرنے کے بعد انھوں نے بڑے سخت لہجے میں یہاں تک کہہ دیا ہے:

"ایں است اندازۂ یاوہ گوئی فیلسوفِ شیراز۔ اکنون شما اگر از ہواداران حافظ بپرسید، خواہید دید کہ ایں شعر را کہ شاید صدبار خواندہ اند توجہی بہ معنایش نکردہ اند۔ کوردلان تنہا بنام آنکہ شعر حافظ است باصد لذت خواندہ ولی معنایش را نفہمیدہ اند"

(ص ۲۸-۲۹)

(شیراز کے فلسفی کی یاوہ گوئی کا اندازہ یہ ہے۔ اب اگر آپ حافظ کے معتقدوں سے پوچھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اگرچہ انھوں نے اس شعر کو سیکڑوں بار پڑھا ہے لیکن انھوں نے اس کے معنی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ اِن دلوں کے اندھوں نے صرف اس نام پر کہ یہ شعر حافظ کا ہے اس کو سیکڑوں بار لطف و لذت کے ساتھ پڑھا ہے مگر اس کے معنی نہیں سمجھے ہیں۔)

کسروی نے اپنے مقالے کے نویں نکتہ میں حافظ کی اُن تعلیمات کی ایک فہرست دی ہے جن کو وہ غلط (بدآموز) سمجھتے ہیں۔ اس فہرست کو پیش کرنے سے قبل انھوں نے اپنی اُسی بات کا اعادہ کیا ہے کہ حافظ اپنی شعر گوئی کے لیے جن علوم اور افکار و نظریات

سے مواد فراہم کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کے برعکس و برخلاف ہیں یہی وجہ ہے کہ جب ہم حافظ کے اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو کبھی وہ خراباتی کے روپ میں جلوہ گر نظر آتے ہیں تو کبھی صوفی کے۔ کبھی ایک مسلمان دکھلائی دیتے ہیں تو کبھی شاعر محض۔ قصہ مختصر حافظ خود نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں؟ چونکہ کوئی حقیقی و واقعی جذبہ ان کے دل میں موجزن نہیں ہوتا اس لیے ان کے اشعار اس قبیل کے ہوتے ہیں:

غافلست آنکو بشمشیر از تو می پیچید عنان　　قند را لذت مگر نیکو نمی داند مگس

کویت از اشکم چو دریا گشت دی ترسم کہ باز　　بر سر آیند ایں رفیقان سبکسار چو خس

ان کو نقل کرنے کے بعد سوال کرتے ہیں

"اینہا چہ معنائی میدارد؟ چرا باید کسی عمر با ایں سخنان پوچ بیہودہ بسر دہد"

(ان اشعار کے معنی کیا ہیں؟ کوئی شخص کیوں اپنی زندگی ان پوچ اور بیہودہ خیالات میں بسر کرے؟)

پھر انھوں نے واقعی و حقیقی شاعری اور شاعری برائے شاعری کے فرق کو چند جملوں میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے بعد از ان حافظ کی بدآموزیوں کی جو فہرست لکھی ہے وہ یوں ہے:۔

حافظ نے شراب کی گزاف آمیز توصیف کی ہے جس کو احمد کسروی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ تعریف و توصیف کس لیے ہے؟ حافظ اور ان کے قبیل کے دوسرے شعرا نے شراب کا ایک وصف یہ بیان کیا ہے کہ شراب سربستہ رازوں کو افشا کرتی ہے اور انسان کو جن چیزوں کا علم نہیں ہوتا ان کا علم مہیا کرتی ہے۔ شراب کی اس طرح کی ستائش کو کسروی نے یاوہ گوئی کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ درج ذیل اشعار کو پڑھ کر اگر کوئی شخص حافظ کو دیوانہ اور یاوہ گو کہے تو بجا ہے۔

بیا ساقی آن آب آتش خواص　　بمن دہ کہ تا یابم از غم خلاص

فریدوں صفت کاویانی علم　　برافرازم از پشتئ جام جم

بیا ساقی این نکتہ بشنو زمی   کہ یک نکتہ می بہ زد یہیم کی

ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"می تواں باور کرد کہ نود در صد بادہ خواران ایران فریب ایں شعرہائی حافظ و دیگراں را خوردہ اند و من نمی دانم ہوا داران حافظ ایں نادانی ہای او چہ می گویند و چہ بہانہ پیش می کشند"[1]

(اس بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ ایران کے نوے فی صدی شراب خوروں نے حافظ اور ان کے قبیل کے دوسرے شعرا کے اس طرح کے اشعار سے دھوکا کھایا ہے ۔ مجھ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ طرفداران حافظ ان کی ان نادانیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور اس کے لیے کیا وجہ جواز بیان کرتے ہیں (ص ۳۱)

احمد کسروی کے نزدیک حافظ کی دوسری غلط تعلیم اس دنیا کی لعنت و ملامت کرنا اور اس کو ہیچ و پوچ سمجھنا[2] ہے ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ایک جماعت ایران میں ایسی بھی تھی جو نہ تو کوئی کام کرتی اور نہ ہی اپنا گھر بسا کر زندگی کی ذمہ داریوں کا بار اٹھاتی جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ یہ جماعت زندگی کی خوشیوں کی لذت سے بے بہرہ ہوجاتی۔ جب ان کی نظر اہلی زندگی گزارنے والوں اور دنیا کے لذایذ سے لطف و مسرت حاصل کرنے والوں پر پڑتی ہے تو وہ جل کر اس طرح کے اشعار کہنے لگتے جس سے دنیا کا ہیچ و پوچ ہونا لوگوں پر واضح ہوجائے :

حاصل کارگہ کون و مکاں این ہمہ نیست   بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں ایں ہمہ نیست

جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ است   ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

---

[1] ہوشیار از حافظ صہبا گسار   جامش از زہر اجل سرمایہ دار
رہن ساقی خرقۂ پرہیز او   می علاج ہول رستاخیز او (اقبال)

[2] تخم نخل آہ در کہسار کاشت   طاقت پیکار با خسرو نداشت
دعوی او نیست غیر از قال و قیل   دست او کوتاہ و خرما بر نخیل

مجو درستیٔ عہد از جہان سست نہاد　　که این عجوزه عروس ہزار داماد است

ان اشعار کی اصل روح پر تنقید کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

"حافظ اگر بہره ای خرد میداشت این می دانست که در این جہان بیکار و بی پیشه نتوان زیست. میدانست که در کنج میخانه ها نشستن و باده سرودن و چشم بدست این شاه و آن وزیر دوختن جہان را بخود زندان ساختن است، و این بود برای خود کاری یا پیشه ای پیش می گرفت و نیازی بنکوہش از جہان پیدا نمی کرد۔

ہر چند این نکوہش ها از جہان بسیار بی معنی است، آنان معنی جہان و زندگانی را نه دانسته بودند و نافهمانه به سخن ہائے پرداخته اند۔ ولی ہمان سخنان نافہمانهٔ آنان در دلها جای گیرد و مایهٔ کجی اندیشه ها میگردد و عزمها را سست می گرداند۔ امروز یکی از انگیزه ہائے بیدردیٔ ایرانیان ہمان سخنانست۔ در نزد خود بجهان آن ارزش را نمی دہند که در راہش بکوشش و جانفشانی پردازند۔ از جہان ہمین اندازه را می خواہند که خوراک و پوشاکی از ہر راہی که باشد بدست آورند و روز بگزرانند۔" (ص ۳۱-۳۲)

(حافظ اگر کچھ بھی عقل و خرد رکھتے تو اس بات سے واقف ہوتے کہ اس دنیا میں کوئی پیشہ اختیار کیے بغیر بیکار رہ کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی، وہ اس بات سے بھی واقف ہوتے کہ شراب خانہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے رہنا، لایعنی اشعار کہنا اور اپنی آنکھوں کو کبھی اس بادشاہ اور کبھی اُس وزیر کے ہاتھوں پر گاڑے رکھنا، دنیا کو اپنے لیے ایک قید خانہ بنانا ہے۔ اگر وہ اس حقیقت سے واقف ہوتے تو اپنے لیے کوئی کام یا پیشہ منتخب کرتے اور ان کو اس بات کی مطلق ضرورت نہ ہوتی کہ وہ اس دنیا کی اس طرح لعنت ملامت اور ہا کریں۔

ہر چند دنیا کی یہ لعنت ملامت انتہائی بے معنی ہے۔ یہ لوگ دنیا اور زندگی کی اصل و حقیقی معنوں کو نہ سمجھتے تھے (اس لیے) انھوں نے (اس سلسلے میں) احمقانہ باتیں کہی ہیں لیکن ان لوگوں کی یہی احمقانہ باتیں دلوں میں گھر کر لیتی ہیں جو کچھ اندیشیوں کا سبب بنتی ہیں اور ہمت و ولولہ کو سلا کر رکھ دیتی ہیں۔ آج کے ایرانیوں کی بے حسی کے محرکات میں سے ایک محرک ان لوگوں کی یہی باتیں ہیں۔ وہ دنیا کو وہ حیثیت نہیں دیتے کہ اس کی راہ میں کوشش و جانفشانی کے ساتھ لگ جائیں وہ دنیا سے صرف اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ ان کو کسی بھی طرح پیٹ بھرنے کے لیے کھانا اور تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا مل جائے اور وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر جائیں)

کسروی کو حافظ سے ایک شکایت یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو بے حسی، سستی اور کاہلی کی تعلیم دیتے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ وہ لوگوں کو گدائی اور بے آبروئی تک کی تعلیم دینے سے گریز نہیں کرتے حافظ کی ان باتوں کو وہ حافظ کی غلط تعلیمات میں شمار کرتے ہیں اور اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر درج ذیل اشعار نقل کرتے ہیں:

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — زہر چہ رنگ تعلق بگیرد آزاد است

چو خواہد شود عالم از ماتہی — گدائی لبسی بہ ز شاہنشہی

بخواری منگر ای منعم فقیران وضعیفان را — کہ صدر مسند عزت گدائی رہ نشیں دارد

ان کے نزدیک حافظ کی چوتھی غلط تعلیم "جبریت" کی تبلیغ ہے۔ جس کو وہ طرح طرح سے اپنے اشعار میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کسروی نے اس سلسلے میں حافظ کے صرف دو اشعار نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

رضا بداده بده و ز جبین گره بگشای — کہ بر من و تو در اختیار نگشاده است

گر رنج پیشت آید و گر راحت ای حکیم — نسبت مکن بغیر کہ این ہا خدا کند

اس سلسلے میں ان کا خیال یہ ہے کہ حافظ کی شاید ہی کوئی ایسی غزل ہو جس میں جبریت

کی تعلیم نہ دی گئی ہو کسروی نے اس تعلیم کو حافظ کی نادانی و نافہمی کا نام دیا ہے اور اس پر بڑے سخت الفاظ میں تنقید کی ہے۔

حافظ کی پانچویں غلط تعلیم یہ ہے کہ وہ اس خرد کو جو خدا کا گراں مایہ عطیہ ہے بے قیمت گردانتے ہیں مثلاً ان کے درج ذیل اشعار اسی قبیل کے ہیں:

قیاس کردم و تدبیر در رہ عشق — چو شبنم ست کہ در بحر میکشد رقمی

مارا بہ منع عقل مترساں و می بیار — کایں شحنہ در ولایت ما ہیچ کارہ نیست

اس قبیل کے اشعار سے کسروی نے یہ نتیجہ برآمد کیا ہے کہ حافظ کے نزدیک اس دنیا میں نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی عقل و خرد سے کوئی فائدہ۔ اسی لیے ان کے اشعار میں درج بالا تمام جذبات در آئے ہیں۔

کسروی کو حافظ سے سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ وہ خدا سے زباں درازیاں کرتے ہیں اس سلسلے میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو یہاں پورا کا پورا نقل کر دینا مناسب ہے۔

"شیخ ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت — آفریں بر نظر پاک خطا پوششش باد

یک حافظی کہ در یک گوشۂ میخانہ زندگی با پستی بسر می بردہ بخدا ایرادہای می گرفتہ شاہ یحیی از نامردترین فرماں روایان ایران بشمار است خاندان مظفری ہمہ شان خونخوار و نامرد و پیمان شکن و زینہار خوار می بودند۔ پدر میل بچشم پسر می کشید، پسر پدر را می کشت، برادر با برادر جنگ میکرد۔ آنگاہ شاہ یحیی در میاں ایشاں از ہمگی بدتر و نامردتر بود کہ می تواں گفت مایۂ نابودی آن خاندان بیش از ہمہ ایں گردید یک چنیں فرماں روای بی ارجی را حافظ ستودہ میگوید:

تعلیم تو بر جان و خرد واجب و لازم — انعام تو بر کون و مکاں فایض و شامل

ولی در برابر آفریدگار بزرگ جہان گردن کشی نمودہ بزبان درازی ہامی پردازد۔ میگویند "حافظ فیلسوف بودہ" فیلسوف ہا نواقص کون را اظہار می کنند" میگویم، فیلسوف آن پستی را از خود نشان نمی دہد کہ برای چند دینار (وظیفہ)

یک شاہ یحییٰ را ستاید و گوید:

روز ازل از کلک تو یک قطرہ سیاہی | بر روی مہ افتاد کہ شد حلّ مسایل
خورشید چو آں خال سیہ دید بدل گفت | ای کاش کہ من بودمی آں بندۂ مقبل

فیلسوف چناں نادانی از خود نشان نمی دہد:

ایں ہا زیانہای دیوانِ حافظ است۔ بماند آنکہ بی شرمانہ دم از امرد بازی می زند۔ بماند آنکہ صوفیگری و خراباتیگری و دیگر پندار ہای بیہودہ را با شیوہ ترین زبانی بشعر آوردہ و در دلہا جایگزیں می گرداند (ص ۳۲-۳۴)

(ایک ایسا حافظ جس نے اپنی زندگی شراب خانہ کے ایک کونے میں بسر کی ہے، خداوند تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے۔ شاہ یحییٰ جو ایران کے وحشی ترین بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے[1]۔ آل مظفر جو کہ تمام کے تمام وحشی، خونخوار پیمان شکن اور معاہدہ شکن تھے، باپ لڑکے کی آنکھ میں سلائی پھروا دیتا تھا، لڑکا باپ کو مار ڈالتا تھا، بھائی بھائی سے جنگ کرتا تھا۔ شاہ یحییٰ ان سب میں وحشی ترین اور بدترین بادشاہ تھا۔ جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس خاندان کے خاتمے کا سبب سب بادشاہوں سے زیادہ یہی شخص تھا۔ ایک ایسے بے قیمت بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے حافظ یہ کہتا ہے:

تعظیم تو بر جان و خرد واجب و لازم | انعام تو بر کون و مکاں فایض و شامل

لیکن اس دنیا کے عظیم خالق کا مدمقابل بن کر گردن کشی بھی کرتا ہے اور زبان درازی بھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ "حافظ فلسفی تھا اور فلسفی دنیا کے نقائص کو بیان کرتا ہے"۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ فلسفی اس پستی کا مظاہرہ نہیں کرتا کہ صرف چند دیناروں کے لیے شاہ یحییٰ جیسے بادشاہ کی

---

[1] غالباً یہاں پر متن طبع اوّل کے مطابق نہیں شائع ہوا ہے۔

تعریف کرے اور کہے:

روز ازل از کلک تو یک قطرہ سیاہی بر روی مہ افتاد کہ شد حلّ مسائل
خورشید چو آن خال سیہ دید بدل گفت ای کاش کہ من بودمی آن بندۂ مقبل

فلسفی اس طرح کی احمقانہ باتیں نہیں کرتا۔ وہ اس بات پر قائم رہتا ہے کہ بے شرمانہ طور پر امرد بازی کا دم بھرے۔ تصوف، خراباتیت اور اسی طرح کے دوسرے افکار و نظریات کو بہترین زبان میں شعر کے قالب میں ڈھال کر لوگوں کے دلوں میں ان کو نقش کر دے۔

اپنے اس نویں نکتہ میں کسروی نے حافظ پر جو فرد جرم عاید کی ہے وہ بڑی سنگین نوعیت کی ہے لیکن ادب کے ایک طالب علم کی حیثیت سے ہم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس مقام پر کسروی جذباتیت سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ اگر انھوں نے اِن نکات کی مزید تشریح کر دی ہوتی اور اپنی بات کو مزید مثالوں کے ذریعہ خالص علمی اور غیر جذباتی انداز میں پیش کرتے تو ان کی بات زیادہ مناسب اور مفید ہوتی۔ انداز بیان کی اس خامی کے باوجود کسروی نے حافظ کے جو اشعار پیش کیے ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے ان کا مطلب توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ ان اشعار کے الفاظ سے جو معنی برآمد ہوتے ہیں وہ ذہن و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں اور قاری کو اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایک بار پھر سے رک رک کر ٹھہر ٹھہر کر حافظ کے ایک ایک شعر کا مطالعہ کرے اور اس بات تک پہونچنے کی کوشش کرے کہ حافظ کی شاعری کس مقصد کا پیام دیتی ہے؟ اپنے لہجے کی درشتگی اور کرختگی کے باوجود کسروی اس بات میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ حافظ کے چہرے سے عقیدت کا نقاب اتر جائے اور ان کے اشعار پر مزید غور و خوض ہو غالباً ان کا اصل مقصد بھی یہی تھا۔

اپنے اس طویل مقالے کے آخری نکتہ میں کسروی نے اس بات سے بحث کی ہے کہ جب حافظ کا کلام ان نقائص سے بھرا پڑا ہے اور ان کی تعلیمات انسانی ضمیر کو زندہ درگور کر دیتی ہیں تو مستشرقین حافظ کے کلام کی اتنی تعریف و توصیف کیوں کرتے ہیں اپنے اس سوال کے جواب میں انھوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے ہم درج ذیل

سطور میں اس کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھتے ہیں:

اس سلسلے میں انھوں نے حافظ کی ایک مشہور غزل کے کئی اشعار نقل کرکے ان کی ژولیدہ بیانی اور معنی سے بے نیازی واضح کی ہے۔ انھوں نے ان اشعار کی تنقید میں جو انداز بیان اختیار کیا ہے وہ کلیم الدین احمد کے اندازِ بیان سے بہت ملتا جلتا ہے۔ پھر ایرانیوں کو مخاطب کرکے انھوں نے درخواست کی ہے کہ ایران کے لوگ اپنی عقل و فہم سے کام لے کر حافظ کے کلام کا جائزہ لیں اور اغیار کی عینک سے ان کو دیکھنے کی کوشش نہ کریں۔ حافظ کے اشعار میں جس جبریت کی تعلیم تقریباً ان کی ہر غزل میں ملتی ہے ایک بار پھر کسروی نے اس پر بڑے سخت الفاظ میں تنقید کی ہے اور ایران کے نامی گرامی ظالموں، قاتلوں اور بدمعاشوں کا نام لے لے کر انھوں نے دریافت کیا ہے کہ اگر یہ لوگ بھی یہی عذر کریں کہ ع در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند تو اس دنیا کا حشر کیا ہوگا۔

اس کے بعد انھوں نے مستشرقین پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تمام کے لوگ سرزمین مشرق کے بدخواہ ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ مشرق میں رہنے والے تمام افراد حافظ کی طرح ہو جائیں تاکہ یورپ اور امریکہ کے لوگ سارے دنیا پر چھائے رہیں مستشرقین یہ چاہتے ہیں کہ مشرق کے تمام لوگ حافظ اور خیام کی پیروی کرتے ہوئے کوشش اور تلاش کو ایک لاحاصل شئے سمجھیں، ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ مشرق کے افراد خراباتیوں کی طرح دنیا کو ہیچ پوچ سمجھیں اور امروز کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اپنے ماضی اور مستقبل پر مطلق غور نہ کریں تاکہ مغربی ممالک کے لوگ اپنی مشین سازی میں لگے رہیں، جنگی ساز و سامان تیار کرتے رہیں، اپنے فوجیوں کی تربیت کرکے ان کو فضا میں پرواز کرنا سکھائیں اور سرزمین مشرق کے لوگ حافظ، خیام اور سعدی بنے ہوئے اپنی زندگیوں کو قافیہ پیمائی میں گزار دیں۔ مستشرقین کا یہ رویہ صرف دیوانِ حافظ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو مشرقی ممالک کے لوگوں کو پس ماندہ تر بنا سکتی ہے ان چیزوں کو وہ سعدی، حافظ، خیام اور

مولانا روم کے دیوان سے، تصوف، خراباتیت اور دیگر فرقوں کے افکار و آراء سے، سانپ پوجا، گائے پوجا، یوگا اور روضہ خوانی (ایران کی مجلس عزا) سے تلاش کر کر کے نکالیں ان کی دن دوگنی رات چوگنی ترویج و اشاعت میں مصروف رہیں۔

مستشرقین پر ان الفاظ میں تنقید کرنے کے بعد وہ ان ایرانیوں پر بھی تنقید کرتے ہیں جو مستشرقین کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ کسروی کا خیال ہے کہ یہ ایرانی حضرات دیدہ و دانستہ صرف اپنے اس مفاد کے لیے کہ اچھا کھائیں، اچھا پہنیں، موٹروں پر چلیں اور اپنی زندگی کے دن تفریح اور عیش و عشرت میں گزاریں، پوری ایرانی قوم کو گمراہ کر کے اپنے وحشی پن کا ثبوت دے رہے ہیں۔

کسروی کے خیال میں ایرانیوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو نادانستہ ان مستشرقین کا فریب خوردہ ہے وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کی مطبوعہ کتابوں میں حافظ و خیام کا نام بڑی ستائش و تکریم کے ساتھ درج ہے تو (محمد علی) فروغی، محمد قزوینی اور ڈاکٹر (قاسم) غنی جیسے لوگ دیوان حافظ کی ترتیب و اشاعت میں لگ جاتے ہیں ان کے اشعار کی شرحیں لکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ واقعی حافظ، سعدی مولانا روم، خیام اور ان کے قبیل کے دوسرے شعرا ایران کے نامی گرامی فرزند تھے۔

خاتمۂ کلام کے طور پر انھوں نے ایران کے اُن ادیبوں پر بڑے سخت الفاظ میں تنقید کی ہے جنھوں نے کسروی کے مقالے کے جوابات لکھے تھے ان کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی نے اصل مسئلہ کو نہیں چھوا ہے اور کسروی نے حافظ کے کلام پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب تو کسی نے نہیں دیا ہے البتہ حماقت کے کبریٰ و صغریٰ ضرور ملاتے رہے ہیں۔ کسروی کی یہ درشت تحریر ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔

"مابد آموزی ہای شاعر را — از ستائش بادہ خواری، و پافشاری در جبر یگری، و بی ارج شماردن جہان، و پردہ دری در سادہ بازی و مانند این ہا کہ ہر یکی گناہ بزرگی او و زیان بزرگی تودہ است۔ می شماریم و شعر ہای او را بگواہی یاد می کنیم۔ یکی از انان یا سخ دادہ چنین میگوید" شما حافظ را

از نظر اجتماع انتقاد کردہ اید حافظ کہ اجتماعی نیست، خودش میگوید من اجتماعی نیستم۔ او شاعر است" آدم در می ماند کہ در برابر چنین گفتہ پوچ چہ بزبان آورد وچوں می اندیشد می بیند راستی اینان بیچارہ شدہ اند۔ راستی را نیروہای خداداد ایشاں تباہ گردیدہ و چارہ نمی بیند جز آنکہ بخاموشی گراید۔ درست مانند آنست کہ شما با توپ و تانک و شصت و تیر و آیروپلان بہ یک شہری یا دیہی حملہ برید و بہ بینید مردم آنجا با دکنک بجلو شما می آیند کہ ناگزیر گردید دست باز نکردہ ہم چناں آرام بایستید"
(ص ۴۰)

(ہم شاعری کی غلط (بری) تعلیمات کی ـــ (یعنی) شراب نوشی کی تعریف جبریت کی مسلسل تبلیغ، دنیا کو بے قیمت سمجھنا اور نوخیزوں سے اظہار عشق و محبت، کی نشاندہی کرتے ہیں اور مثالوں کے ذریعہ اپنے دعوئے کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر چیز شاعر کا گناہِ عظیم ہے اور عوام کو زبردست نقصان پہونچانے والی۔ اِن لوگوں (ہم کارانِ مستشرقین) میں سے ایک شخص اس کا جواب یوں دیتا ہے، "آپ نے حافظ پر سماجی نقطۂ نظر سے تنقید کی ہے۔ حافظ سماجی انسان نہیں ہیں وہ خود کہتے ہیں کہ میں سماجی انسان نہیں بلکہ شاعر ہوں" (یہ جواب سن کر) انسان حیران و پریشان ہو جاتا ہے کہ اس لایعنی اور احمقانہ بات کے جواب میں انسان کیا کہے۔ جب وہ اس بات پر غور و فکر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ واقعی یہ لوگ عقل و فہم سے عاری ہیں اور واقعی ان کی خداداد قوتیں تباہ و برباد ہو گئی ہیں[1]۔ پھر انسان کے پاس بجز اس کے کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ اِن لوگوں کے جواب کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرے۔ ان لوگوں کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے آپ توپ، ٹینک،

---

[1] اس جملہ کے متن میں "را" کا لفظ غالباً غلطی سے شائع ہو گیا ہے

مشین گن اور ہوائی جہاز کے ذریعے کسی شہر یا قصبہ پر حملہ کریں اور یہ دیکھیں
کہ وہاں کے لوگ غبارہ لے کر آپ کے مدمقابل آگئے ہیں۔ اس وقت
ناگزیر ہو جائے گا کہ آپ مزید اپنا ہاتھ نہ اٹھائیں (یعنی حملہ نہ کریں) اور اطمینان
وسکون کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹے رہیں)

احمد کسروی تبریزی اپنے مخصوص مذہبی، ادبی، سیاسی اور سماجی افکار و آرا کی وجہ سے ایران میں ہمیشہ متنازع فیہ رہے اور ان کی پوری زندگی اپنے مخالفین پر وار کرنے اور ان کا وار سہنے میں گزری لیکن وہ جس بات کو حق سمجھتے اس کا اظہار برملا کر دیا کرتے اسی حق گوئی کی انھوں نے یہ سزا پائی کہ ان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ حافظ کے اشعار کے بارے میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے صد فی صد اتفاق کرنا تو مشکل ہے۔ تاہم انھوں نے خراباتیت کا مختصر سا تعارف کرا کے اس بات کی جو نشاندہی کی ہے کہ خراباتیت نے کس کس رنگ اور کس کس پہلو سے ایران کے مسلمانوں پر حملہ کیا ہے وہ خاص طور سے قابلِ غور ہے۔ ابھی ہندوستان تو کیا ایران میں بھی خراباتیت کی ابتدا اور اس کی بتدریج نشوونما کے سلسلے میں کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ احمد کسروی تبریزی کی یہ تحریر فارسی ادبیات کے طالب علموں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اس موضوع پر کام کریں اور یہ دیکھیں کہ خراباتیوں کے نظریات اور افکار نے کس حد تک، کن کن پہلوؤں سے اور کس طرح حافظ کو متاثر کیا ہے تاکہ فارسی شاعری کے بہت سے ان علایم کی تفہیم ہمارے لیے آسان ہو جائے جن کی ہم بہت سی تعبیریں، تشریحیں اور توضیحیں کیا کرتے ہیں۔

محمد گل اندام کے نام سے منسوب دیوان حافظ کے دیباچے سے لے کر علی دشتی کی "نقشی از حافظ" تک، یعنی تقریباً چھ سو برسوں تک حافظ کی مخالفت میں اس طرح کی بات نہیں کی گئی جس طرح کی بات کسروی کی تحریر میں ملتی ہے۔ علامہ اقبال کے مکاتیب کے مطالعہ سے اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں ایران سے ایک کتاب حافظ پر ایسی شائع ہوئی تھی جس میں حافظ کے کلام پر درشت الفاظ میں تنقید کی گئی تھی اس وقت وہ کتاب ہمارے پیش نظر نہیں ہے اس لیے ہم یہ عرض کرنے سے

قاصر ہیں کہ احمد کسروی تبریزی مذکورہ کتاب کے مصنف سے کس حد تک متاثر ہیں لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کسروی کی تحریر نے ایران کے دانش ور طبقہ کو یقیناً متاثر کیا ہے مثال کے طور پر ہم ایک کتاب کا خاص طور سے ذکر کریں گے جو ایران کے اسلامی انقلاب سے دو یا تین سال قبل، ایک ایرانی جلاوطن دانشور رضا براہینی تبریزی نے انگریزی زبان میں شائع کی تھی مذکورہ کتاب کا نام "The Crowned Cannibales" ہے۔ اس کتاب میں حافظ کی شاعری کا جس مخصوص اور منفرد انداز سے تجزیہ کیا گیا ہے وہ ہمارے مخصوص مطالعے کا مستحق ہے۔ (ختم شد)

محترم قارئین

سہ ماہی تحقیقات اسلامی کا بارہواں شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ الحمدللہ کہ اس نے اس طرح تین سال مکمل کر لیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اسے چوٹی کے اصحاب فکر و اہل قلم کا تعاون حاصل ہے اور اس کا حلقہ اشاعت بھی وسیع ہو رہا ہے۔

اس دوران ہمیں اپنے محترم قارئین کے خطوط سے ان کے تاثرات معلوم ہوتے رہے ہیں بیشتر کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی کتابت و طباعت کے معیار کو اور بہتر بنانا چاہیئے ہماری بھی ہر بار یہی خواہش رہی لیکن رسالہ کی مالی حالت اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

کاغذ اور ساتھ ہی دوسری چیزوں کی گرانی کی وجہ سے سب ہی رسائل نے اپنی قیمت میں اضافہ کر دیا ہے اس وقت تحقیقات اسلامی کی ضخامت کے رسائل کی قیمت دس، بارہ روپیہ فی شمارہ ہے لیکن اب تک تحقیقات اسلامی کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔

اب سوچا یہ جا رہا ہے کہ آئندہ سے آپ کا یہ پسندیدہ رسالہ آفسیٹ سے شائع ہوا کرے اس سے اس کی طباعت کا معیار بہت بلند ہو جائے گا اور موجودہ مواد کے مقابلے میں ڈیوڑھا مواد آپ کو ملے گا۔ آفسیٹ کی طباعت و کتابت میں موجودہ اخراجات میں کافی اضافہ ہو جائے گا اس کے پیش نظر ہم نے سوچا ہے کہ رسالہ کا سالانہ زر تعاون ۲۵ روپیہ اور ایک شمارہ کی قیمت ۷ روپیہ کر دی جائے اس سلسلے میں آپ حضرات کے مشوروں کی ضرورت ہے امید ہے ہمارے ساتھ آپ کا تعاون جاری رہے گا۔

منیجر